ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT



# سائرہ ہاشمی کے ناولوں میں کردار نگاری کا تجزیاتی مطالعہ

**ڈاکٹر نورین کھوکھر**
ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اردو، ایف سی کالج یونی ورسٹی لاہور

## ABSTRACT

*Novel is an important genre in Urdu prose. It is a prose story that presents a true picture of life with the help of imagination and reality. Saira Hashmi presents the bitter realities of life by traveling from dream to realization in her novels. The characters of her novels walk around us with all the human weaknesses. Covers psychology well. Apart from social issues, Saira Hashmi's writings set high standards of dignity and sanctity of relationships. This article presents a critical study of the same characters presented by Saira Hashmi.*

**کلیدی الفاظ :**
ناول، امتزاج سائرہ ہاشمی، ارتعاش، تخلیقی قصہ، تخیل، ڈپٹی نذیر احمد راشد الخیری، پریم چند کرشن چندر، جیلانی بانو، درد کی رت، ابنار ملٹی، جنسی ناآسودگی سیاہ برف ، سائے کی دھوپ، کمیونسٹ،

ناول زندگی کا بیان ہے۔ یہ زندگی کی عکاسی کرتا ہے۔ ناول وہ کہانی ہے جس میں کسی خاص نقطۂ نظر کے تحت انسانی زندگی کے حالات، حقیقی واقعات اور معاملات کو فنی ترتیب و تسلسل کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔ ناول سماجی پہلوؤں کی ایسی لفظی تشکیل کا نام ہے جسے پڑھتے ہوئے قاری زندگی کو ایک ارتعاش کی صورت میں محسوس کرتا ہے۔ ناول میں انسان کی معاشرتی زندگی کی تصویر کو پیش کیا جاتا ہے۔ ناول کی تکنیک سے قاری پر زندگی کے تاریخی، سیاسی، معاشی اور تہذیبی حقائق آشکار ہوتے ہیں۔ ناول نگار کے ذہن سے پیدا ہونے والے وہ زاویے جن سے وہ زندگی کو دیکھتا ہے کہانی کی شکل میں سامنے آجاتے ہیں یہ زندگی کا وہ سچ ہے جو قاری پر خاص انداز سے اثر پذیر ہوتا ہے۔ ناول فطرتِ انسانی کے اظہار کا نام ہے۔ یہ انسانی زندگی کے حقائق کو مؤثر طریقے سے پیش کرتا ہے۔ یہ ایک ایسی افسانوی صنفِ ادب ہے جس میں ناول نگار اپنے نقطہ نظر کے مطابق ایسا تخلیقی قصہ پیش کرتا ہے جس میں اپنے تخیل سے کام لیتے ہوئے واقعات، پلاٹ اور کرداروں کو شامل کرتا ہے تاکہ حقیقت اور تخیل کے امتزاج اور اجزا میں ہم آہنگی کے ساتھ انسانی زندگی کے یک رخ کی مکمل اور حقیقی تصویر پیش کر سکے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد عارف ناول کے بارے میں لکھتے ہیں:

''ناول کی اصطلاح کے ماخذ تین یورپی زبانوں کے تین الفاظ ہیں (اطالوی) Novella (ہسپانوی) Novela اور (فرانسیسی) Novelle۔ ان کا مفہوم ہے: بوکشیو (Boccauo) کی (۱۳۵۱۔۱۹۴۳) Decameron ٹائپ کی کہانیاں۔ جن میں رومانس کے برعکس روزمرہ کی حکایات بیان ہوتی ہیں۔'' (۱)

ناول جس قدر حقیقت کے قریب ہوگا، اسی قدر کامیاب ناول کہلائے گا۔ ہر ناول نگار کے پیش نظر کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے جسے وہ معاشرتی اصلاح کیلئے کہانی کے پردے میں بیان کرتا ہے۔ اس لئے اس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ڈاکٹر خالد اشرف کے مطابق:

''ناول کا بنیادی فریضہ اپنے عصر کے سماجی حالات اور مسائل کی پیشکش ہے۔''(۲)

اردو میں ڈپٹی نذیر احمد سب سے پہلے ناول نگار مانے جاتے ہیں۔ ان کا ناول ''مراۃ العروس'' اردو کا پہلا ناول قرار دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ''بنات النعش''، ''ابن الوقت''، ''توبۃ النصوح'' اور ''فسانہ مبتلا'' ان کے معروف ناول ہیں۔ انہوں نے یہ ناول مذہبی اور معاشرتی اصلاح کے لیے لکھے۔ نذیر احمد کے بعد اردو ناول نگاری میں دوسرا نام پنڈت رتن ناتھ سرشار کا ہے۔ انہوں نے ''فسانہ آزاد''، ''جام سرشار'' اور ''کامنی'' وغیرہ کے نام سے چند ناول لکھے۔ اس کے بعد مولانا عبدالحلیم شرر نے تاریخی ناول ناول کا آغاز کیا۔ انہوں نے اردو ناول کے محدود دائرے کو وسعت دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ ''فردوس بریں'' اور ''منصور موہنا'' ان کے اہم ناول ہیں۔ سہیل بخاری رقمطراز ہیں:

''اردو ناول کی ابتدا تو نذیر احمد کے قصے کہانیوں سے ہوئی لیکن اسے جلد ہی شرر، سرشار جیسے اچھے ناول نگار مل گئے۔''(۳)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT



اردو میں مرزا ہادی رسوا کے ناولوں سے ایک نئے رنگ کا آغاز ہوتا ہے جس میں حقیقت نگاری کا وصف نمایاں ہے۔ ''امراؤ جان ادا'' کی صورت میں اردو کا پہلا معیاری ناول لکھا گیا۔'' (۴)

اس کے علاوہ ''شریف زادہ'' اور ''ذات شریف'' بھی معروف ناول ہیں۔ پروفیسر عبدالسلام کے مطابق:

''مرزا رسوا کے ناولوں سے ایک نئی تکنیک کا آغاز ہوتا ہے وہ سرشار اور شرر کے ناول دیکھ چکے تھے مگر وہ ان سے مطمئن نہ تھے۔'' (۵)

راشد الخیری ''مصور غم'' کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ ان کے ناول، عورتوں کی اصلاح اور فلاح کے حوالے سے پہچانے جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنے ناولوں میں عورتوں کے مسائل کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح پریم چند نے دیہاتی زندگی کو اپنے ناولوں کا موضوع بنایا۔ ان کا نقطہ نظر اصلاحی تھا۔ انہوں نے ''میدان عمل''، ''گؤدان''، ''نرملا'' اور ''بازار حسن'' وغیرہ کئی ناول لکھے۔ تقسیم کے بعد زیادہ تر ناولوں کا موضوع تحریک آزادی اور فسادات رہا تاہم ڈاکٹر ممتاز احمد خان لکھتے ہیں:

''یوں لگتا ہے کہ تحریک آزادی اور فسادات کے حوالے سے ہمارا ناول ابھی تک ''کچھ اور'' کی تلاش میں ہے۔'' (۶)

کرشن چندر نے اردو ناول میں موضوعات کے حوالے نئے اضافے کئے اور اردو ناول کو جدت کے نئے زاویوں شے روشناس کروایا۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر محمد احسن فاروقی لکھتے ہیں:

''کرشن چندر ہمارے ادب میں جدید ترین دور کے معروف ترین ادیب ہیں۔ ۱۹۳۶ء سے شروع ہونے والی ترقی پسند تحریک کے وہ سب سے زیادہ نمائندہ فرد ہیں۔'' (۷)

تہذیب و تمدن کے حوالے سے جیلانی بانو نے اردو ناول میں اہم اضافے کئے۔ مشرف علی کے مطابق:

''جیلانی بانو نے ریاست حیدر آباد کے جاگیر دارانہ نظام کے خارجی واقعات و حالات کو ہی پیش نہیں کیا بلکہ جاگیر داروں اور نوابوں کی داخلی زندگی کے محرکات کی حقیقی عکاسی کی ہے۔'' (۸)

قرۃ العین حیدر نے اردو ناول کو تکنیک اور آہنگ کے حوالے سے جدت عطا کی۔ ان کے ہاں نہ صرف موضوعات بلکہ اسلوب، انداز اور زبان و بیاں میں بھی ندرت نمایاں نظر آتی ہے۔ تہذیب و تاریخ قرۃ العین کے ناولوں میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ بقول ڈاکٹر ممتاز احمد خان:

''آزادی کے بعد قرۃ العین حیدر کے دو ناولوں ''میرے بھی صنم خانے'' اور ''سفینہ غم دل'' نے بلاشبہ جدت کا احساس دلایا۔ یہ جدت محض اسلوب اور تکنیک کی سطح پر نظر نہیں آتی تھی بلکہ ان کے موضوعات بھی نئے پن سے آراستہ تھے۔'' (۹)

پریم چند کے بعد جن ادیبوں نے اردو ناول کی روایات کو فروغ دیا ان میں سجاد ظہیر، عصمت چغتائی، عزیز احمد، حیات اللہ انصاری، احسن فاروقی، خواجہ احمد عباس، جیلانی بانو، قرۃ العین، قاضی عبدالستار، خدیجہ مستور، فضل احمد کریم فضلی، جمیلہ ہاشمی، انتظار حسین، رضیہ فصیح احمد، قدرت اللہ شہاب، نسیم حجازی، شوکت صدیقی، ممتاز مفتی، عصمت چغتائی، بانو قدسیہ، انور سجاد، مستنصر حسین تارڑ، عبداللہ حسین اور سائرہ ہاشمی کے علاوہ بہت سے نمایاں نام ہیں۔

ہمارے ادیب ناول کی ترویج و ترقی کیلئے کوشاں ہیں۔ ادیبوں کی اسی صف میں سائرہ ہاشمی بھی شامل ہیں۔ انہوں نے اپنے ناولوں میں معاشرتی اصلاح کے مقاصد کو پیش نظر رکھا۔ سائرہ ہاشمی اپنی ناول نگاری کے بارے میں کہتی ہیں:

''میرے ناولوں کی کہانیاں زندگی کے اصل حقائق سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان میں کہیں بھی خوابوں اور خیالوں کی دنیا نہیں ہے۔''(۱۰)

''درد کی رُت'' سائرہ ہاشمی کا پہلا ناول ہے۔ اس میں عشق و محبت کے ایک رومانوی قصے کے ذریعے غیر فطری کرداروں کی نفسیات کو پیش کیا گیا ہے۔ سائرہ ہاشمی اپنے اس ناول کے بارے میں کہتی ہیں:

''اس ناول کے ذریعے میں نے نا صرف ابنارمل کرداروں کو پیش کیا ہے بلکہ ان کی ابنارملٹی کی وجہ بھی بیان کی ہے۔'' (۱۱)

سائرہ ہاشمی کا یہ ناول ایک معاشرتی ناول ہے۔ اس میں رومانویت کی چاشنی بھی ہے اور حقیقت کی تلخ بیانی بھی۔ اس ناول کی کہانی کچھ یوں ہے کہ ایک شخص کو اپنی گلی کی لڑکی سے محبت ہو جاتی ہے اور دونوں ایک دوسرے کی شدید محبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ یہ اس دور کی کہانی ہے جب لڑکی یا لڑکا کوئی بھی اپنے والدین سے محبت کی شادی کے بارے میں آسانی سے بات نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ ''درد کی رُت'' میں جب اس لڑکی کے والدین اس کی شادی کسی اور جگہ کرنے لگتے ہیں تو یہ لڑکی اپنے عاشق لڑکے کے پاس آتی ہے اور کہتی ہے کہ تم مجھ سے شادی کر لو کیونکہ میرے ماں باپ میری شادی کہیں اور کرنا چاہتے ہیں۔ لڑکا اس سے شادی سے انکار کر دیتا ہے کیونکہ اس میں اس قدر ہمت

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT



نہیں ہوتی کہ وہ اپنی محبت کا اقرار اپنے والدین یا دنیا والوں کے سامنے کر سکے۔ لڑکی مجبور و بے بس وہاں سے چلی جاتی ہے لیکن شادی کے بعد بھی اپنے عاشق کو بھلا نہیں پاتی اور شادی کے بعد بھی اپنے شوہر کی غیر موجودگی میں اپنے عاشق سے ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھتی ہے۔ شروع میں تو تنہائی کی ان ملاقاتوں میں محبت کی پاکیزگی برقرار رہتی ہے لیکن آخر روح سے جسم تک سفر شروع ہو جاتا ہے۔ لڑکے کے گھر والے اس کو شادی کے لیے مجبور کرتے ہیں لیکن وہ صاف انکار کر دیتا ہے اور اپنے والدین سے کہتا ہے کہ شادی نہ کرنے کی وجہ اس کی عورت ذات پر بے اعتمادی ہے اور اگر شادی سے پہلے مکمل میڈیکل چیک اپ کروالے، جس سے اس کا کنوارا پن ثابت ہو جائے تو پھر وہ شادی کے لیے تیار ہو گا۔ یہ بات اس کے والدین دوسروں کو نہیں بتا سکتے اس لیے اس کی شادی نہیں ہو سکتی۔ اپنی محبوبہ کے ساتھ تعلقات کا اس پر نفسیاتی اثر یہ ہوا کہ میاں بیوی کے آپس کے اعتماد پر سے اس کا یقین ہمیشہ کے لیے اٹھ گیا۔ اسے لگتا تھا کہ اس کی بیوی بھی اس کی غیر موجودگی میں کسی غیر مرد کو اپنے گھر بلا لیا کرے گی۔ اپنی محبوبہ کے ساتھ تعلقات اور ملاقاتوں میں وقفوں نے اس کے اندر ایک جنسی ناآسودگی پیدا کر دی تھی۔ اس وجہ سے یہ لڑکا گھر میں موجود اپنی بہن جو ''اسی کی عمر کی تھی اور غیر شادی شدہ تھی'' سے نفسیاتی لذت حاصل کرنے لگ جاتا ہے۔ ناول کے آخر میں یہ شخص تمام حالات سے تنگ آ کر باہر چلا جاتا ہے اور وہاں ایسی عورت سے شادی کر لیتا ہے جو اس سے دگنی عمر کی ہوتی ہے۔

یہ ناول، معاشرے کے ایسے کرداروں پر کڑی تنقید ہے جو محبت اور جنس میں فرق نہیں سمجھتے اور پاکیزگی اور گندگی میں پہچان کو ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ یہ ناول اسی فرق کو قائم رکھنے کی کاوش ہے۔ اس بارے میں سائرہ ہاشمی کہتی ہیں:

''پاکیزگی اور گندگی کے درمیان بہت باریک نقطہ ہوتا ہے۔ محبت پاکیزگی میں گندھا ہوا اعلیٰ وارفع جذبہ ہے جب کہ جنس (Sex) گندی گلی میں رینگنے والا کیڑا اور انھیں ایک ساتھ یکجا نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے اپنے ناول کے ذریعے یہی بتانے کی کوشش کی ہے۔''(۱۲)

اس ناول کے ذریعے سائرہ ہاشمی اس بات کو مرکزی نقطہ بناتی ہیں کہ کسی بھی رشتے میں سچائی کا ہونا بہت ضروری ہوتا ہے۔ جب رشتوں میں صداقت اور پاکیزگی قائم نہ رہے تو پھر گناہ جنم لیتا ہے۔ سائرہ ہاشمی مزید کہتی ہیں:

''میں نے جس سوچ کے تحت یہ ناول لکھا ہے وہ یہ ہے کہ سچائی ایک طرف سے نہیں دونوں طرف سے ہونی چاہئے۔ عورت سب کے سامنے محبت کا اعتراف کرنا چاہتی ہے جب کہ مرد ڈرتا ہے کیوں کہ مرد کی سائیکی خراب ہوتی ہے اسی لیے اس کی محبوبہ بھی اپنے شوہر سے بے وفائی پر مجبور نظر آتی ہے اور یوں رشتوں کی پاکیزگی ختم ہو جاتی ہے۔'' (۱۳)

ناول کے واقعات میں منطقی ربط پایا جاتا ہے جس سے ناول میں ایک خاص رنگینی اور جاذبیت پیدا ہو گئی ہے۔ اس ناول میں سائرہ ہاشمی کی حقیقت نگاری کمال کو پہنچتی دکھائی دیتی ہے۔ خوبصورت اندازِ بیاں نے ناول کی دلکشی میں اضافہ کیا ہے۔ ناول کی زبان اور اسلوب کہانی کے عین مطابق ہے۔ یہ ناول معاشرتی برائیوں پر کڑی تنقید ہے کہ معاشرے میں ناجائز تعلقات کی وجہ مختلف افراد کے غیر فطری رویے ہیں۔ سائرہ ہاشمی نے نہایت چابک دستی سے اس حساس موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ سائرہ ہاشمی کی یہ تصنیف ناول نگاری کے معیار پر پورا اترتی ہے۔

سائرہ ہاشمی کا دوسرا ناول ''سیاہ برف'' ہے۔ یہ ناول جرمن تہذیب کے پس منظر میں لکھا گیا ہے۔ سائرہ ہاشمی اس ناول کے بارے میں کہتی ہیں:

''میں نے Black Ice کا اردو ترجمہ ''سیاہ برف'' کیا ہے جو جرمنی اور روس کی گرتی ہوئی تہذیب کی سیاہی ہے۔''(۱۴)

یہ ناول سائرہ ہاشمی نے ایشیا کی ان لڑکیوں کے بارے میں لکھا جو غیر ممالک میں جا کر ان کی آزاد اور بے باک تہذیب میں خود کو ہمیشہ کے لیے گنوا بیٹھتی ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

''اس ناول میں، میں نے ان مشرقی لڑکیوں کے بارے میں بتایا ہے جو جرمن تہذیب کی چکاچوند میں اپنا وقار کھو دیتی ہیں۔ وہاں کی ایشین لڑکیوں کے اگر چار بچے ہیں تو چاروں کے مختلف باپ ہوتے ہیں۔'' (۱۵)

اس ناول کی کہانی یوں ہے کہ ایک خوبصورت اور تعلیم یافتہ پاکستانی لڑکی جو ایک مذہبی گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کی پہلی شادی ناکام ہو جاتی ہے اور یہ معاشی حالات سے تنگ آ کر بہتر حصول روزگار کے لیے جرمنی چلی جاتی ہے۔ یہ لڑکی جاتے ہی وہاں فلیٹ لے لیتی ہے۔ وہاں کے مردوں کے لیے اس لڑکی کی خوبصورتی کے ساتھ ساتھ اس کا فلیٹ بھی کشش رکھتا ہے۔ لڑکی پیشے کے لحاظ سے صحافی ہوتی ہے۔ ایک چھوٹی عمر کا لڑکا ہر وقت اس کے فلیٹ کے سامنے کھڑا اس کی محبت کا دم بھرتا ہے اور اس کے ساتھ رہنا چاہتا ہے۔ یہ لڑکی ایسا کرنے کے لیے قطعی تیار نہیں ہوتی کہ اپنے سے چھوٹی عمر کے لڑکے کے ساتھ تعلقات رکھے چنانچہ وہ لندن چلی جاتی ہے۔ یہاں پر ایک ہندو لڑکا اس کی محبت میں مبتلا ہو جاتا ہے اور آہستہ آہستہ اس کے دل میں جگہ بنانے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور یہ لڑکی اس کے خاندان سے ملتی ہے۔ ہندو لڑکا اس سے شادی کرنا چاہتا ہے لیکن کوئی

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT



بات ایسی ہوتی ہے جو لڑکی کو اس سے شادی پر روکتی ہے اور وہ ہے اس کا بزرگ گھرانے سے تعلق۔ یہ لڑکی ہندو لڑکے سے شادی کئے بغیر واپس پاکستان آجاتی ہے اور یہاں شادی کرنا چاہتی ہے لیکن پاکستان میں کوئی بھی اس سے شادی پر رضامند نظر نہیں آتا اور یہ واپس جرمنی چلی جاتی ہے۔ وہ ہندو لڑکا جرمنی ہی میں ہوتا ہے۔ ایک دن اچانک دونوں کا ٹکراؤ ہو جاتا ہے۔ لڑکی سوچتی ہے کہ یہ لڑکا جو کبھی اس کے عشق میں مرتا تھا اسے پا کر ضرور شادی کے لیے کہے گا لیکن بہت انتظار کے بعد بھی وہ لڑکا اس سے شادی کا نہیں کہتا اور تنگ آ کر اس کے ساتھ بغیر شادی کے ہی رہنا شروع کر دیتی ہے۔ یہ ناول سائرہ ہاشمی نے اصلاحی مقصد کے پیش نظر لکھا ہے۔ اس میں وہ لڑکیوں کو اپنی تہذیب کے مثبت اور غیروں کی تہذیب کے منفی اثرات دکھاتی نظر آتی ہیں اور اس مقصد میں وہ کامیاب بھی نظر آتی ہے۔ اس سلسلے میں سائرہ ہاشمی کہتی ہیں:

''تہذیب کی سیاہ برف پگھلتے پگھلتے آخر میں گہری کھائی میں ہی گرے گی جس طرح اس ناول کی ہیروئن آخر میں بغیر نکاح کے غیر مرد کے ساتھ شادی شدہ زندگی گزارنے لگ گئی گویا اپنی اور اپنے بزرگوں کی عزت کو گہری کھائی میں پھینک دیا۔''(۱۶)

اس ناول میں سائرہ ہاشمی نے نہ صرف پاکستانی تہذیب بلکہ جرمن تہذیب کے رسوم و رواج اور معاشرت کی بھی خوبصورت عکاسی کی ہے جس سے مصنفہ کی عمیق نگاہی اور قابل رشک معلومات کا ادراک ہوتا ہے۔

سائرہ ہاشمی کا تیسرا اور آخری ناول ''سائے کی دھوپ'' ہے۔ اس ناول کی کہانی کچھ یوں ہے کہ اس کا مرکزی کردار گل بانو، بلخ اور تاشقند کی رہنے والی ہے اور اپنے ماں باپ اور چھوٹے بھائی کے ساتھ شہزادیوں جیسی زندگی بسر کر رہی ہوتی ہے کیونکہ اس کا باپ بلخ کا سب سے طاقتور آدمی ہے۔ اس کی بربادی کا آغاز اس وقت شروع ہو جاتا ہے جب اس کی ماں انھیں چھوڑ کر چلی جاتی ہے اور گل بانو سوتیلی ماں کے انتقام کا نشانہ بن جاتی ہے۔ ایک دن اس کے باپ انور پاشا کی غیر موجودگی میں اس کی سوتیلی ماں اپنے منہ بولے بھائی حیدر پاشا، جس کے ساتھ اس کے ناجائز تعلقات بھی ہیں، کے ساتھ گل بانو کو بھیج دیتی ہے اور یوں گل بانو ہمیشہ کے لیے دربدر ہو جاتی ہے۔ گل بانو کے جوان ہوتے ہی حیدر پاشا اس کا عاشق ہو جاتا ہے لیکن گل بانو کسی طرح بھی اس کے سامنے نہیں جھکتی اور کسی صورت میں بھی اپنے دامن کو داغ دار نہیں کرنا چاہتی۔ یہ بات حیدر پاشا کے جذبات میں اور شدت پیدا کر دیتی ہے اور وہ گل بانو پر کوڑے برسا کر اس آگ کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس پر بھی اس کے انتقام کی آگ ٹھنڈی نہیں ہوتی تو اس کو زیتون خانم کے ہاتھوں بیچ دیتا ہے۔ یہ پٹھان عورت اس خوبصورت لڑکی کی منہ مانگی قیمت اپنے بیٹے کی دلہن بنانے کے لیے چکاتی ہے۔ گل بانو کا دلاور خان کے ساتھ بیاہ ہو جاتا ہے لیکن سہاگ رات کو ہی دلاور خان کو سیاہ ناگ ڈس لیتا ہے۔ یوں گل بانو پہلی رات کے بعد ہی بیوہ ہو جاتی ہے۔ حیدر پاشا اسے واپس حویلی لے کر آتا ہے اور اس کی عدت کے دن پورے ہونے کا انتظار کرنے لگتا ہے لیکن حیدر پاشا کی غیر موجودگی میں بڑی بی بی، حیدر پاشا کی ماں گل بانو کا نکاح اپنے بھتیجے بختاور خاں سے جو حیدر پاشا کے ٹکڑوں پر پل کر جوان ہوا ہے، سے کروا دیتی ہے۔ یہ بات حیدر پاشا کے غصے کو اور ہوا دیتی ہے۔

یہ ان دنوں کی کہانی ہے جب حکومتیں تبدیل ہو رہی تھیں۔ کمیونسٹ حاکم آہستہ آہستہ اپنا تسلط بڑھا رہے تھے۔ پاشا کی زیادتیوں کا محاسبہ ضروری ہو گیا تھا۔ بادشاہ ہراساں تھا اور بدخواہوں کو پکڑ رہا تھا۔ شاید بادشاہ نے پاشا کی گرفتاری کے وارنٹ بھی جاری کیے تھے اس لیے پاشا رات کی تاریکی میں کوچ کا حکم دے دیتا ہے۔ گل بانو بھی اپنے بیٹے کے ساتھ ایک اور سفر کے لیے تیار کھڑی تھی۔ جب کافی سفر طے کرنے پر بھی بختاور خان نظر نہیں آتا تو گل بانو حیدر پاشا سے بختاور کا پوچھتی ہے۔ حیدر پاشا شیطانی مسکراہٹ سے کہتا ہے کہ وہ میرا خادم ہے میں اس کو کہیں بھی بھیج سکتا ہوں۔ یہ قافلہ پہاڑوں پر پناہ لیتا ہے جہاں جرگہ سسٹم ہے۔ یہاں حیدر پاشا، بختاور خان کی موت کی خبر سنا کر گل بانو سے بیاہ کی بات کرتا ہے جسے وہ ٹھکرا دیتی ہے اور پھر سے کوڑوں کی برسات اس کے نرم و نازک بدن پر ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ سزا کے طور پر حیدر پاشا اس کے بیٹے کو کھائی میں پھینک آتا ہے۔ صبح جرگہ اس کے بیٹے کے ساتھ آتا ہے تو بڑی بی بی، گل بانو سے اپنے بیٹے پاشا کی بخشش کی التجا کرتی ہے۔ جرگہ کے سامنے گل بانو بہانہ کر دیتی ہے کہ وہ خود اپنے بیٹے کو چشمے پر بھول آئی تھی۔ صبح قافلہ واپس اپنے گھروں کو روانگی کے لیے تیار ہوتا ہے تو گل بانو رات کو اپنے بیٹے کو لے کر فرار ہو جاتی ہے۔ حیدر پاشا کو مجبوراً اسے چھوڑ کر واپس جانا پڑتا ہے۔ جرگہ گل بانو کو اس کے بیٹے سمیت پناہ دے دیتا ہے اور ایک شخص گلریز اس کو بہن بنا کر اپنے گھر لے جاتا ہے۔ بعد میں گل بانو اپنے بیٹے کے لیے پنجابی شخص، باؤ جی کے ہاں اس کے بچوں کی مائی کے طور پر ملازمت کر لیتی ہے اور باقی کی تمام عمر گل بانو، ماں کی حیثیت سے وہیں گزار دیتی ہے۔

اس ناول میں سائرہ ہاشمی نے مختلف اچھے یا برے رویوں کے پیچھے کارفرما ان حقیقتوں کو بے نقاب کیا ہے جو اس کی اصل جڑ ہوتے ہیں۔ گل بانو کی سوتیلی ماں اگر اس پر ظلم کرتی ہے تو اس کی وجہ وہ محرومیاں اور حسرتیں ہیں جو گل بانو کی ماں نے اس عورت کو بخشیں تھیں کہ انور پاشا کبھی اس کو وہ درجہ نہیں دے سکا جو گل بانو کی ماں یعنی اس کی پہلی

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT



بیوی کا تھا۔ یہ منفی رویہ ان اذیتوں کا نتیجہ تھا جو کبھی اس کے شوہر کو چھین لینے کی صورت میں اور کبھی کرب ناک تنہائی کی شکل میں اسے دی گئی تھیں۔ ان کا اظہار وہ گل بانو سے کرتے ہوئے کہتی ہے:

''گل خانم خدا نے کسی آسمانی کتاب میں لکھا ہے کہ میں ماں باپ کے گناہوں کی سزا ان کی اولاد کو دیتا ہوں..... تمہاری ماں نے میرا دل دکھا کر بہت بڑا گناہ کیا تھا یہ ساری سزا جو تمہارے جسم پر بیتی ہے..... میری دی ہوئی تھیں..... یہ تمہارے باپ انور پاشا اور تمہاری خوبصورت چڑیل ماں کے گناہوں کی سزا ہے۔'' (۱۷)

اس ناول میں سائرہ ہاشمی، بلخ کی قبائلی تہذیب اور طرز زندگی کی جھلک بڑی مہارت کے ساتھ دکھاتی ہیں مثلاً حیدر پاشا کی زندگی کے مختلف رخ اس طرح سے لکھتی ہیں:

''جلال آباد کے اس گھر کی ساری زندگی حیدر پاشا کی ذات کے گرد گھوم رہی تھی..... لیکن حیدر پاشا کو اپنے بچوں کی تعداد بھی معلوم نہیں تھی..... اس کی نوکری میں تنخواہ کے علاوہ بھی بہت کچھ تھا..... شراب تھی..... ناچنے والی عورتیں تھیں..... جسم کے سودے تھے.....'' (۱۸)

سائرہ ہاشمی اس ناول میں عورت کے کردار کی فطری مضبوطی کو پیش کرتی ہیں۔ گل بانو جو سترہ اٹھارہ سال کی ہے حیدر پاشا کے تمام تر مظالم کے باوجود اپنے دامن کو داغ دار نہیں ہونے دیتی یہاں تک کہ جب حیدر پاشا کی ماں بھی گل بانو کو بربادی اور اس کے بیٹے کو موت سے بچانے کیلئے گل بانو سے حیدر پاشا کو اپنانے کا کہتی ہے تو وہ کچھ اس طرح سے جواب دیتی ہے:

''بڑی بی میں آباد ہی کب ہوئی تھی جو کوئی مجھے برباد کر ڈالے گا..... میں جس بیٹے کی زندگی کی خاطر ایک شوہر کی موجودگی میں دوسرا نکاح پڑھواؤں گی تو میرا بیٹا برا مانا کر مجھے اپنے ہاتھوں سے خود ذبح کر ڈالے گا..... اور میں اس کے اور اپنے بزرگوں کے سامنے قیامت کو شرمندہ ہوں گی..... میں آج ہی مر جاؤں یا بیٹے کو گواہی کے لیے خدا کے حضور روانہ کر دوں پھر میں اپنے عمل سے آزاد ہو جاؤں گی۔'' (۱۹)

یہ آہنی ارادوں اور پاکیزہ کردار کی لڑکی، نہ صرف خود نہایت جرأت سے حیدر پاشا کے مظالم کے سامنے ڈٹ جاتی ہے بلکہ اپنے شوہر بختاور خان ''جو ساری عمر حیدر پاشا کے خوف میں گزار دیتا ہے'' کی غیرت بھی ابھارنے کی کوشش کرتی ہے اور اپنے شوہر سے کہتی ہے:

''نہیں بختاور خان تمہیں اب سوچنا پڑے گا..... تمہیں میری آبرو کی حفاظت کرنی پڑے گی..... تمہیں غیرت کا ثبوت دینا ہوگا..... تمہیں غیرت مند بننا پڑے گا۔''(۲۰)

اس ناول میں ایک اور اہم کردار باؤجی کا بھی ہے۔ یہ مضبوط کردار کا مالک شریف مرد ہے جو تمام عمر مائی کی عزت اس خیال سے کرتا ہے کہ وہ اس کے بچوں اور بیوی کی خدمت دل و جان سے کرتی ہیں۔ اس کی بیوی ب بی جان بھی دل سے اس بات کی معترف تھیں، وہ سوچتی ہیں:

''یہ مائی بھی تو اس کی قسمت کی نعمتوں میں سے ایک نعمت تھی..... باؤجی کی آنکھیں کبھی اس کی طرف نہیں اٹھتی تھیں..... کبھی اس کے قدموں کی چاپ پر انھوں نے پہلو نہیں بدلا تھا..... بغیر کھنکھارے دروازے کے اندر نہیں آئے تھے..... کیا زندگی سے اس سے زیادہ کچھ مانگا جا سکتا ہے..... اور پھر اس کے چاروں بیٹے..... سجدے میں جا کر بی بی جان اٹھنا بھول جاتیں.....'' (۲۱)

اس کے علاوہ حیدر پاشا کی ماں بڑی بی بی کا کردار خاص اہمیت کا حامل ہے جو خاموشی اور ہوشیاری سے گل بانو کو ہمیشہ پناہ دیتی ہیں مثلاً حیدر پاشا کے مزاج کی سختی کے باوجود اس کی غیر موجودگی میں گل بانو کا نکاح بختاور سے پڑھوا دیتی ہیں اور گل بانو سے کہتی ہیں:

''اے خادمہ..... غور سے سنو..... میں تمہارا بیاہ بختاور خان سے کرنے لگی ہوں..... تم ایک پاشا کی بیٹی ہو..... اور تمہارے بیٹے کو ایک باپ کے نام کی ضرورت ہے..... جلدی کرو..... یہ نیا جوڑا پہن لو..... جلدی کرو..... اگر حیدر پاشا واپس آ گیا تو تمہارے ہونے والے بچے کو کبھی باپ کا نام میسر نہیں آئے گا۔ حیدر پاشا تمہارے بچے کو مروا دے گا اور یقیناً تم ایسا نہیں چاہتی ہو گی.....''(۲۲)

اس ناول کا پلاٹ گٹھا ہوا ہے۔ واقعات کو ایک تسلسل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ مختلف مناظر کو بڑی خوب صورتی سے قارئین کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان مناظر کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں۔ مثلاً:

''جلال آباد کا قصبہ پہاڑوں کی اونچائی کے سایہ میں اپنی مٹیالی دیواروں کے ساتھ کھڑا تھا اور اس کا تھکا ہوا گھوڑا پہاڑوں کی ڈھلوانوں پر چرتی بھیڑ بکریوں کے ساتھ ہولے ہولے قدم بڑھا رہا تھا..... پانی سنگلاخ چٹانوں کی درزوں سے رستا مدھر سر میں گنگناتا۔''(۲۳)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT



سائرہ ہاشمی نے اس ناول میں پشتو اور فارسی زبان کے الفاظ بھی استعمال کئے ہیں۔ کرداروں کے نام رکھنے میں خاص احتیاط سے کام لیتا ہے۔ بلخ سے تاشقند اور پٹھان قبائل کے مخصوص الفاظ ناول کی تاثیر میں اضافہ کرتے ہیں مثلاً گل ماں اپنے بیٹے کو زویا کہہ کر بلاتی ہے۔ مثلاً:

''دیکھو زویا..... پڑھائی کے وقت صرف پڑھنا چاہیے۔'' (۲۴)

اسی طرح باؤ جی اور بی بی کے بیٹے اسے کچھ اس طرح سے پکارتے ہیں:

''گل ماں..... گل ماں تم کہاں ہو..... سگی بی بی یحییٰ..... مائی..... مائی گل بی بی۔''(۲۵)

یہ ناول اردو ادب میں اچھا اضافہ ہے۔ کسی حد تک اسے اصلاحی ناول کی ذیل میں بھی رکھا جا سکتا ہے۔

مجموعی طور پر سائرہ ہاشمی کے ناولوں میں انسانی رویوں کے تمام رنگ ملتے ہیں۔ ان کے ناولوں کے ذریعے سے قاری مختلف سماجی و معاشرتی روایات سے متعارف ہوتا ہے۔ یوں سائرہ ہاشمی کی تحریریں انسان کی باطنی اور ظاہری احساسات کی بہترین عکاسی کرتی ہیں۔ خاتون ادیب کی حیثیت سے سائرہ ہاشمی کی انسانی جذبوں پر بڑی گہری نظر ہے۔ اپنی حساس طبیعت کے پیش نظر وہ معاشرے کے منفی عناصر کی گہرائی میں اتر کر ان وجوہات کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہیں جہاں سے تعفن اٹھتا ہے تاکہ اس گندگی کی وجہ کو دُور کیا جا سکے۔ وہ معاشرے میں مثبت رویوں کی نشوونما چاہتی ہیں اور یوں بطور ناول نگار سائرہ ہاشمی اردو ناول میں نمایاں مقام رکھتی ہیں۔ سائرہ ہاشمی کے ناولوں میں کردار نگاری اس حوالے سے منفرد ہے کہ ان کے ہاں ایسے کردار ملتے ہیں جو ہمارے معاشرتی زندگی کی حقائق ہیں۔ جن کے روئے ہمارے سماج کی عکاسی کرتے ہیں۔ یوں سائرہ ہاشمی کے ناولوں کے کردار ہماری معاشرت اور نفسیات کا بہترین اظہار ہیں۔

**حوالہ جات**


۱۔ محمد عارف، پروفیسر، ڈاکٹر ''اردو ناول اور آزادی کے تصورات''، لاہور: پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی، ۲۰۰۶ء، ص ۲۵

۲۔ خالد اشرف، ڈاکٹر، ''برصغیر میں اردو ناول''، لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۰۵ء، ص ۳۹

۳۔ سہیل بخاری، ''اردو ناول نگاری''، لاہور: مکتبہ جدید، ۱۹۶۰ء، ص ۱۲

۴۔ ظہیر فتح پوری، ڈاکٹر، ''رسوا کی ناول نگاری''، راولپنڈی: حرف، ۱۹۷۰ء، ص ۱۲۹

۵۔ پروفیسر عبدالسلام، ''اردو ناول بیسویں صدی میں''، کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۷۳ء، ص ۱۱۰

۶۔ ممتاز احمد خان، ڈاکٹر، ''اردو ناول کے ہمہ گیر سروکار''، کراچی: ماجد سرائے پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء، ص ۱۵۵

۷۔ محمد احسن فاروقی، ڈاکٹر، ''ادبی تخلیق اور ناول'' کراچی: مکتبہ اسلوب، ۱۹۶۳ء، ص ۱۷۳

۸۔ مشرف علی، ''جیلانی بانو کی ناول نگاری کا تنقیدی مطالعہ'' دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۰۳ء، ص ۴۵

۹۔ ممتاز احمد خان، ڈاکٹر، ''اردو ناول کے چند اہم زاویئے''، لاہور: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۰۳ء، ص ۳۹

۱۰۔ ملاقات راقمۃ الحروف از سائرہ ہاشمی بمقام ۹۲۔ سینٹ جونز پارک، لاہور: مورخہ ۱۰ جنوری ۲۰۰۶ء

۱۱۔ ملاقات راقمۃ الحروف از سائرہ ہاشمی بمقام ۹۲۔ سینٹ جونز پارک، لاہور: مورخہ ۱۵ جنوری ۲۰۰۶ء

۱۲۔ ملاقات راقمۃ الحروف از سائرہ ہاشمی بمقام ۹۲۔ سینٹ جونز پارک، لاہور: مورخہ ۲۵ مارچ ۲۰۰۶ء

۱۳۔ ملاقات راقمۃ الحروف از سائرہ ہاشمی بمقام ۹۲۔ سینٹ جونز پارک، لاہور: مورخہ ۱۵ اپریل ۲۰۰۶ء

۱۴۔ ملاقات راقمۃ الحروف از سائرہ ہاشمی بمقام ۹۲۔ سینٹ جونز پارک، لاہور: مورخہ ۱۶ اگست ۲۰۰۶ء

۱۵۔ ملاقات راقمۃ الحروف از سائرہ ہاشمی بمقام ۹۲۔ سینٹ جونز پارک، لاہور: مورخہ ۷ ستمبر ۲۰۰۶ء

۱۶۔ ملاقات راقمۃ الحروف از سائرہ ہاشمی بمقام ۹۲۔ سینٹ جونز پارک، لاہور: مورخہ ۵ ستمبر ۲۰۰۶ء

۱۷۔ سائرہ ہاشمی، سائے کی دھوپ، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور: ۱۹۹۵ء، ص ۸

۱۸۔ سائرہ ہاشمی، سائے کی دھوپ، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور: ۵۹۹۱ء، ص ۹۷

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT



۱۹۔ سائرہ ہاشمی، سائے کی دھوپ، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور: ۵۹۹۱ء، ص ۰۴۱
۲۰۔ سائرہ ہاشمی، سائے کی دھوپ، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور: ۵۹۹۱ء، ص ۱۱۷
۲۱۔ سائرہ ہاشمی، سائے کی دھوپ، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور: ۵۹۹۱ء، ص ۵۰۲
۲۲۔ سائرہ ہاشمی، سائے کی دھوپ، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور: ۵۹۹۱ء، ص ۸۰۱
۲۳۔ سائرہ ہاشمی، سائے کی دھوپ، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور: ۵۹۹۱ء، ص ۸۶
۲۴۔ سائرہ ہاشمی، سائے کی دھوپ، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور: ۵۹۹۱ء، ص ۶۱
۲۵۔ سائرہ ہاشمی، سائے کی دھوپ، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور: ۵۹۹۱ء، ص ۳۱